تدبّرِ قرآن

٦٣

المنٰفِقُون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ا۔ سورہ کا عمود اور سابق سورہ سے تعلق

یہ سورہ، سابق سورہ ـــ الجمعۃ ـــ کے تکملہ اور تتمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ سورۂ جمعہ کے آخر میں ان لوگوں کی کمزوری سے پردہ اٹھایا ہے جو مدعی تو تھے ایمان کے لیکن اپنے دنیوی منافع اور کاروباری مصالح کے پھندوں میں اس طرح گرفتار تھے کہ کوئی تجارتی قافلہ آجاتا تو اس کی خبر پاتے ہی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خطبہ دیتے چھوڑ کر اس کی طرف بھاگ کھڑے ہوتے۔ اس سورہ میں منافقین کے کردار سے بحث کی ہے کہ یہ ایمان کا کوئی مطالبہ پورا کرنے کا حوصلہ تو رکھتے نہیں لیکن یہ خواہش رکھتے ہیں کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نظر میں ان کا بھرم قائم رہے۔ اس کے لیے انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ قسمیں کھا کھا کر پیغمبر کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ آپ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں لیکن اللہ بھی قسم کھا کر کہتا ہے کہ یہ بالکل جھوٹے ہیں۔ ان کے اعمال گواہ ہیں کہ یہ نہ اللہ پر ایمان رکھتے نہ رسول پر۔ یہ اپنی قسموں کو بطور ڈھال استعمال کر رہے ہیں اور ان کی آڑ میں اپنے نفاق کو چھپاتے ہیں۔ انھوں نے ایمان کی راہ میں جو قدم اٹھایا وہ مال و جان کی محبت میں پھنس کر واپس لے لیا اس وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے اور اب وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکے ہیں۔

ب) سورہ کے مطالب کی ترتیب

سورہ کے مطالب کی ترتیب بالکل واضح ہے۔ اس کے پہلے رکوع میں، جو آٹھ آیات پر مشتمل ہے، منافقین کے کردار سے بحث ہے جس میں ان کی اصل بیماری یہ بتائی گئی ہے کہ یہ دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں۔ دوسرے رکوع میں صرف تین آیتیں ہیں جن میں مسلمانوں کو متنبہ فرمایا گیا ہے کہ وہ مال و اولاد کی محبت میں پھنس کر اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوں۔ اگر آج انھوں نے اللہ کی راہ میں انفاق کر کے اپنے مال سے صحیح فائدہ نہ اٹھایا تو مہلتِ حیات گزر جانے کے بعد اپنی محرومی پر پچھتائیں گے اور یہ پچھتانا بالکل بے سود ہوگا۔ گویا پہلے رکوع میں مرضِ نفاق کے اصل سبب کی نشان دہی کی گئی ہے اور دوسرے میں اس سے مسلمانوں کو بچنے کی تاکید ہے۔

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقِيْنَ (٦٣)

مَدَنِيَّةٌ ——— آيات: ١١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آیات ١-١١

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ
يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ﴿١﴾
اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ
سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا
فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٣﴾ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ
تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ
خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ
فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٤﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ
تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ
يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٥﴾ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ
لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٦﴾ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا
عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝٧ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ
اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٨ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ
يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٩ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا
رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ
رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ
الصّٰلِحِيْنَ ۝١٠ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ
خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝١١

ع ١ ١٣ — ع ٢ ١٤ — ترجمہ آیات ١-١١

جب منافق تمھارے پاس آتے ہیں، کہتے ہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین بالکل جھوٹے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور وہ اللہ کی راہ سے رک گئے ہیں۔ بے شک نہایت ہی برا ہے جو یہ کر رہے ہیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ یہ پہلے ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی پس یہ سمجھنے سے عاری ہو گئے۔ ۱-۳

اور جب تم ان کو دیکھتے ہو تو ان کے جسم تمھیں اچھے لگتے ہیں اور اگر وہ بات کرتے ہیں تو تم ان کی بات سنتے ہو لیکن ان کی مثال ایسی ہے گویا وہ لکڑی کے کندے ہوں جنھیں دیوار سے ٹیک لگا دی گئی ہو۔ وہ ہر خطرہ اپنے ہی اوپر سمجھتے

ہیں۔ اصلی دشمن وہی ہیں، پس ان سے بچ کے رہو۔ اللہ ان کو غارت کرے! کس طرح ان کی عقل الٹ گئی ہے! ۴

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ، اللہ کا رسول تمہارے لیے استغفار کرے تو وہ اپنے سر مٹکاتے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو کہ وہ غرور کے ساتھ اعراض کرتے ہیں۔ ان کے لیے یکساں ہے، تم ان کے لیے مغفرت چاہو یا نہ چاہو، اللہ ان کو ہرگز معاف کرنے والا نہیں ہے۔ اللہ نافرمانوں کو راہ یاب نہیں کرتا۔ ۵-۶

یہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر تم لوگ اپنے مال خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے ساتھ ہیں تاکہ وہ منتشر ہو جائیں۔ اور اللہ ہی کے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹے مدینہ کو تو جو غالب ہیں وہ وہاں سے ان کو نکال چھوڑیں گے جو بالکل بے حیثیت ہیں۔ حالانکہ غلبہ اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے لیکن یہ منافقین نہیں جانتے۔ ۷-۸

اے ایمان والو، اللہ کی یاد سے تمھیں غافل نہ کرنے پاویں تمہارے مال اور نہ تمہاری اولاد اور جو ایسا کریں گے تو یاد رکھیں کہ وہی لوگ گھاٹے میں پڑے اور ہم نے جو کچھ تمھیں بخشا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ آدھمکے تم میں سے کسی کی موت، پھر وہ حسرت سے کہے کہ اے رب! تو نے مجھے کچھ اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور یوں نیکوکاروں میں سے بنتا! اور اللہ ہرگز کسی جان کو ڈھیل دینے والا نہیں جب کہ اس کی مقررہ مدت آ پہنچے گی اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ ۹-۱۱

الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (۱)

پختہ کار منافقین کا کردار

ایک گروہ کے منافقانہ طرزِ عمل کی طرف اشارہ پچھلی سورہ میں بھی ہوا ہے لیکن وہاں بات عام صیغہ سے درپردہ فرمائی گئی تھی، اس سورہ میں پردہ بالکل اٹھا دیا گیا ہے جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اس میں ان منافقین کا کردار زیرِ بحث ہے جو نفاق میں اتنے پختہ ہو چکے تھے کہ ان سے کسی اصلاح کی توقع باقی نہیں رہی تھی چنانچہ ان کے بارے میں آگے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا بھی ہے کہ ان کے لیے تم مغفرت مانگو بھی تو اللہ ان کی مغفرت کرنے والا نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے مقام میں یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر تم ستر بار بھی ان کے لیے مغفرت مانگو جب بھی اللہ ان کی مغفرت فرمانے والا نہیں ہے۔

فرمایا کہ یہ منافقین جب تمہارے پاس (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) آتے ہیں تو قسم کھا کر اقرار کرتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن اللہ بھی قسم کھا کر کہتا ہے کہ یہ منافقین بالکل جھوٹے ہیں۔

ہم دوسرے مقام میں واضح کر چکے ہیں کہ عربی میں 'نَشْهَدُ' اور 'وَاللّٰهُ يَشْهَدُ' کے الفاظ قسم کے مفہوم کے حامل ہوتے ہیں۔ یعنی منافقین قسمیں کھا کھا کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مومن و مسلم ہونے کا یقین دلاتے ہیں ان کو قسمیں کھانے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آتی کہ ان کی پیہم غلطیوں نے ان کو اس قدر ساقط الاعتبار بنا دیا تھا کہ وہ خود بھی محسوس کرنے لگے تھے کہ جب تک قسم کھا کے وہ بات نہیں کہیں گے کوئی اس کو باور نہیں کرے گا۔ جس آدمی کو اپنے عمل پر اعتماد ہوتا ہے وہ بے ضرورت قسم نہیں کھاتا لیکن جس کو اپنے عمل پر بھروسہ نہ ہو اس کا واحد سہارا قسم ہی ہوتی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ زیادہ قسم کھانے والے کی صفت قرآن میں 'مَهِين' آئی ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ 'وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ' (القلم - ۶۸ : ۱۰) (اور تم زیادہ قسمیں کھانے والے ذلیل کی بات پر کان نہ دھرو)۔

'وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ' یہ فقرہ غایت درجہ بلیغ اور برمحل ہے۔ فرمایا کہ جہاں تک تمہارے رسول ہونے کا تعلق ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ان کی شہادت کی محتاج نہیں ہے۔ اللہ کو خوب علم ہے کہ تم اس کے رسول ہو۔ لیکن اللہ یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنی اس شہادت میں جھوٹے ہیں۔

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۲)

قسم کو سپر بنانے والوں کا انجام

لیکن انھوں نے تمھاری گرفت سے محفوظ رہنے کے لیے اپنی قسموں کو ڈھال بنا یا ہے کہ ان کی سازشوں اور شرارتوں کے سبب سے، جو وہ اسلام کے خلاف برابر کر رہے ہیں، تمھیں ان کے بارے میں کوئی شبہ نہ ہو، وہ اسلام کے برابر مخلص سمجھے جاتے رہیں۔ سورۂ مجادلہ آیت ۱۴ میں ان منافقین ہی کی یہ سازش بیان ہوئی ہے کہ انھوں نے خدا کی مغضوب قوم یہود سے دوستی گانٹھ رکھی ہے۔ ایک طرف اپنی قسموں کے ذریعہ سے انھیں اطمینان دلا رکھا ہے کہ ہم آپ لوگوں کے ساتھ ہیں؛ دوسری طرف مسلمانوں کو بھی قسم کھا کر اطمینان دلاتے ہیں کہ ہم تو آپ لوگوں کے ساتھی ہیں۔ اس کے بعد معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ یہی آیت وہاں بھی آئی ہے۔ فرمایا ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا	انھوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ	پس وہ اللہ کی راہ سے رک گئے اور ان کے
مُّهِيْنٌ (المجادلة - ۵۸: ۱۶)	لیے ایک ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

یعنی اس سپر کی آڑ میں وہ بزعم خود اپنے کو یہود سے بھی محفوظ کیے ہوئے ہیں اور مسلمانوں سے بھی اور اس طرح انھوں نے اللہ کی راہ میں جو قدم اٹھایا تھا وہ روک لیا ہے لیکن یہ پناہ گاہ زیادہ عرصہ تک ان کی حفاظت نہ کر سکے گی بلکہ بہت جلد ان کو ایک ذلیل کرنے والے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ لفظ 'صَدَّ' لازم اور متعدی دونوں آتا ہے۔ یہاں قرینہ دلیل ہے کہ لازم کے مفہوم میں ہے۔ یعنی پہلے اسلام کی طرف انھوں نے قدم بڑھایا لیکن قسموں کی آڑ میں اب رک گئے۔ ان کا گمان یہ ہے کہ جب مجرد قسموں کے بل پر بھی اپنی اسلامیت کی دھونس جمائی جا سکتی ہے اور مسلمانوں کو دھوکا دیا جا سکتا ہے تو اس سے آگے بڑھ کر اپنے لیے خطرات کو کیوں دعوت دی جائے۔ فرمایا کہ 'اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ' وہ اس کو بڑی دانشمندانہ سیاست سمجھ رہے ہیں لیکن یہ دانشمندانہ سیاست نہیں بلکہ نہایت ہی احمقانہ چال ہے جس کے نہایت مہلک نتائج ان کے آگے آئیں گے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (۳)

فرمایا کہ یہ راہ انھوں نے اس وجہ سے اختیار کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے جس کے سبب سے وہ فکر سلیم کی نعمت سے محروم ہو گئے ہیں۔ اس مہر کے لگنے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کی راہ اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جن کو وہ ایک مرتبہ اسلام کی روشنی دکھا دیتا ہے اگر وہ اس کی قدر کرتے ہیں تو ان کی روشنی میں اضافہ کرتا ہے اور اگر قدر نہیں کرتے بلکہ مڑ مڑ کر پیچھے ہی کی طرف دیکھتے ہیں تو ان کی وہ روشنی بھی سلب ہو جاتی ہے اور ان کے دل پر مہر بھی کر دی جاتی ہے۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ پھر وہ صحیح سوچنے کی صلاحیت کھو بیٹھتے ہیں۔ یہود کے دلوں پر جو مہر لگی اس کے وجوہ اور اثرات کی تفصیل سورۂ بقرہ میں بیان ہوئی ہے۔ اس پر ایک

نظر ڈال لیجیے۔ انہی لوگوں کے بارے میں حضرت مسیحؑ نے فرمایا کہ ان سے وہ بھی لے لیا جاتا ہے جو ان کے پاس ہوتا ہے۔

وَاِذَا رَاَیۡتَهُمۡ تُعۡجِبُكَ اَجۡسَامُهُمۡ ؕ وَاِنۡ یَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِهِمۡ ؕ كَاَنَّهُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ یَحۡسَبُوۡنَ كُلَّ صَیۡحَةٍ عَلَیۡهِمۡ ؕ هُمُ الۡعَدُوُّ فَاحۡذَرۡهُمۡ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰی یُؤۡفَكُوۡنَ (۴)

منافقین کے ظاہر اور باطن کی تصویر

یہ ان منافقین کی تصویر ہے۔ غور کیجیے تو معلوم ہو گا کہ چند چھوٹے چھوٹے جملوں میں ان کے ظاہر اور باطن دونوں کی اس طرح تصویر کھینچ دی گئی ہے کہ کوئی پہلو بھی مخفی نہیں رہ گیا ہے۔ اوپر کے دو فقروں میں ان کے ظاہر کی تصویر ہے۔ بعد کے دو فقروں میں ان کے باطن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے ہوشیار رہنے کی تاکید اور ساتھ ہی ان کی حالت پر اظہارِ افسوس ہے۔

وَاِذَا رَاَیۡتَهُمۡ تُعۡجِبُكَ اَجۡسَامُهُمۡ۔ فرمایا کہ جب تم ان کو دیکھتے ہو تو ان کے پلے ہوئے جسم اور ان کی پالش کی ہوئی شکلیں تمھیں دل کش معلوم ہوتی ہیں۔ یہ امر واضح رہے کہ ان منافقین کے مالی حالات اچھے تھے۔ اوّل تو انھوں نے حرام و حلال، ہر راستہ سے، دولت اکٹھی کر رکھی تھی۔ دوسرے یہ انتہا درجہ کے بخیل تھے، اپنے ذاتی آرام و عیش کے سوا کسی دوسرے دینی و اجتماعی کام پر کوڑی بھی خرچ کرنے کے روادار نہ تھے۔ ان کی اس رفاہیت کا اثر ان کے جسموں اور ان کی شکلوں میں نمایاں تھا۔ ان کا سردار مشہور منافق عبداللہ بن اُبی بڑا دولت مند تھا۔ اس کے جتھے کے دوسرے آدمی بھی خوش حال تھے۔

وَاِنۡ یَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِهِمۡ۔ یعنی یہ بڑے چرب زبان بھی ہیں۔ جب باتیں کرتے ہیں تو اسلام کی حمیت و حمایت میں اس طرح تقریر کرتے ہیں کہ مخاطب کا دل موہ لیتے ہیں اور وہ ان کی باتیں سننے لگتا ہے۔ اوپر ذکر آیا ہے کہ یہ لوگ اللہ و رسول کو اپنی وفاداری کا یقین اپنی قسموں اور جادو بیانی سے دلاتے ہیں۔ سورۂ محمد میں ان کی یہ خصوصیت بھی بیان ہوئی ہے کہ یہ زبان سے جوشِ جہاد کا اظہار بہت کرتے ہیں لیکن جب جہاد کا حکم دے دیا گیا تو چھپنے لگے۔ ان منافقین کو چونکہ اندازہ تھا کہ ان کی بزدلی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ظاہر ہے اور عام مسلمانوں پر بھی اس وجہ سے جب بھی یہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو کوشش کرتے کہ اپنے زورِ خطابت سے حضورؐ کو یہ باور کرا دیں کہ وہ اسلام کے فدائی اور اس کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے والے ہیں۔ حضورؐ اگرچہ زبان کے ان غازیوں سے اچھی طرح واقف تھے لیکن کریم النفسی کے سبب سے آپؐ ان کی باتیں سن لیتے جس سے ان کو اطمینان ہو جاتا کہ ان کی جادو بیانی کارگر ہو گئی۔

كَاَنَّهُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ۔ یہ ان کے باطن پر عکس ڈالا گیا ہے کہ ہر چند ان کے جسم اور ان کی شکلیں دل کش ہیں لیکن ان کے جسموں کے اندر جو دل ہیں وہ مردہ ہیں۔ ان پر، جیسا کہ اوپر والی

والی آیت میں فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی ہے۔ اس روحانی اور قلبی مرض کے سبب سے تمھاری مجلس میں ان کی مثال بالکل ایسی ہوتی ہے کہ گویا لکڑی کے کھوکھلے کندے ہوں جنھیں لباس پہنا کر دیواروں سے ٹیک لگا دی گئی ہو۔

یَحۡسَبُوۡنَ کُلَّ صَیۡحَۃٍ عَلَیۡہِمۡ۔ صَیۡحَۃٌ کے لغوی معنی تو چیخ کے ہیں لیکن یہ خطرہ کے معنی میں بھی آتا ہے اور یہاں اسی معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ لوگ اپنی طلاقتِ لسانی سے تمھیں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ بڑے بہادر اور اسلام کی راہ میں ہر قربانی کے لیے تیار ہیں لیکن یہ پلے سرے کے بزدل ہیں۔ کہیں بھی کوئی خطرہ نمودار ہو یہ اپنی بزدلی کے سبب سے خیال کرتے ہیں کہ ہو نہ ہو یہ بجلی انھی پر گرنے والی ہے۔ جن کی بزدلی کا یہ حال ہے ان سے اس وقت کیا توقع کی جا سکتی ہے جب فی الواقع انھیں کسی حقیقی خطرے کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

ہُمُ الۡعَدُوُّ فَاحۡذَرۡہُمۡ۔ یعنی یہ تو اپنے کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے تمھاری نظروں میں دوسروں کو مشکوک بنانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن اسلام کے اصلی دشمن درحقیقت یہی ہیں۔ ان سے ہر وقت چوکنے رہو۔ یہ بات یہاں ملحوظ رہے کہ ان منافقین کی ایک چال یہ بھی تھی کہ یہ جن جرائم کا ارتکاب خود کرتے ان کا الزام دوسرے بے گناہ مسلمانوں کے سر تھوپتے تاکہ حضورؐ کے سامنے یہ بے گناہ بنے رہیں۔

قٰتَلَہُمُ اللّٰہُ ۫ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ۔ یہ ان کو زجر و ملامت بھی ہے اور ان کے حال پر اظہارِ افسوس بھی۔ فرمایا کہ اللہ ان کو غارت کرے! یہ کس طرح اوندھے کر دیے گئے ہیں کہ ان کا ہر قدم الٹا ہی پڑ رہا ہے!

ان منافقین کے اس کردار کی تصویر قرآن میں جگہ جگہ کھینچی گئی ہے۔ ہم بخیالِ اختصار صرف ایک مثال سورۂ بقرہ سے پیش کرتے ہیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یُّعۡجِبُکَ قَوۡلُہٗ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَیُشۡہِدُ اللّٰہَ عَلٰی مَا فِیۡ قَلۡبِہٖ ۙ وَہُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ ۞ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الۡاَرۡضِ لِیُفۡسِدَ فِیۡہَا وَیُہۡلِکَ الۡحَرۡثَ وَالنَّسۡلَ ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الۡفَسَادَ ۞ وَاِذَا قِیۡلَ لَہُ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتۡہُ الۡعِزَّۃُ بِالۡاِثۡمِ فَحَسۡبُہٗ جَہَنَّمُ ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمِہَادُ ۞ (البقرۃ - ۲ : ۲۰۴ - ۲۰۶)	اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جن کی بات دنیا کی زندگی کے باب میں تمھیں دل کش لگتی ہے اور وہ اپنے دل کے حال پر اللہ کو گواہ ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن ہیں اور جب وہ تمھارے پاس سے ہٹتے ہیں تو ان کی ساری بھاگ دوڑ زمین میں اس لیے ہوتی ہے کہ اس میں فساد برپا کریں اور مال و جان کو تباہ کریں۔ اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا اور جب ان کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو عزت کا خیال ان کو گناہ میں گرفتار کر لیتا ہے تو ان کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ نہایت برا ٹھکانا ہے۔

وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ تَعَالَوۡا یَسۡتَغۡفِرۡ لَکُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ لَوَّوۡا رُءُوۡسَہُمۡ وَرَاَیۡتَہُمۡ

يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ (٥)

جھوٹی عزتِ نفس

یہ وہی بات ذرا مختلف الفاظ میں بیان ہوئی ہے جو سورۂ بقرہ کی مندرجہ بالا آیت میں "وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ" کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی سازشوں اور شرارتوں کے نوٹس میں آنے کے بعد جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کرو تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے استغفار کریں اور آپؐ کا استغفار اللہ کے ہاں تمہارے لیے سفارش بنے تو اکڑتے اور اپنے سر مٹکاتے ہیں اور نہایت غرور کے ساتھ اس سے اعراض کرتے ہیں۔

ان کے مغرورانہ اعراض کا اظہار ان کے جوارح سے جس طرح ہوتا ہے اس کی تعبیر "لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ" کے الفاظ سے کی گئی ہے اور یہ بلیغ ترین تعبیر ہے۔ باطن میں اس کا جو اثر مترتب ہوتا ہے اس کو "يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ" کے الفاظ سے بیان فرمایا گیا ہے۔ گویا ان کا ظاہر و باطن دونوں سامنے کر دیا گیا ہے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ جن لوگوں کے اندر اخلاقی جرأت نہیں ہوتی وہ اپنے گناہوں کے ظاہر ہو جانے کے بعد بھی ان کا اعتراف یا ان پر اظہارِ ندامت نہیں کرتے۔ وہ ڈرتے ہیں کہ اگر ایک بار اعترافِ جرم کر لیا تو ہمیشہ کے لیے بھرم ختم ہو جائے گا۔ ان کی یہ کمزوری ان کو ان کے گناہوں کے ساتھ باندھے رکھتی ہے۔ اسی چیز کو سورۂ بقرہ والی آیت میں "اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ" کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (٦)

گناہوں پر اصرار کرنے والوں کو اللہ مغفرت سے محروم کر دیتا ہے

ان کے اس غرور و اعراض کی سزا ان کو یہ ملی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ان کے بارے میں یہ فیصلہ صادر فرما دیا کہ تم ان کے لیے مغفرت مانگو یا نہ مانگو، اللہ ان کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنی ہدایت سے نہیں نوازتا جو نافرمانی پر اصرار کرتے ہیں۔ وہ ہدایت صرف انہی کو دیا کرتا ہے جو اپنے گناہوں پر شرمسار ہو کر اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سورۂ نساء میں یہ مضمون اس طرح بیان ہوا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ٥ (النساء: ۴-۶۴)	اور اگر وہ، جب کہ انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تمہارے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت مانگتا تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

جو لوگ اللہ اور رسول سے اکڑتے ہیں سورۂ توبہ میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (التوبۃ ۹ : ۸۰)	ان کے لیے مغفرت چاہو یا نہ چاہو۔ اگر تم ستر بار بھی ان کے لیے مغفرت چاہو گے تو بھی اللہ ان کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ (۷)

اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب

یہ سبب بتایا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے اس غضب کے مستحق کیوں ٹھہرے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لیے ستر بار مغفرت مانگیں جب بھی اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمانے والا نہیں ہے۔ ارشاد ہوا کہ یہی لوگ ہیں جو لوگوں کو روکتے ہیں کہ رسول اللہ کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو تاکہ یہ منتشر ہو جائیں۔

روایات میں آتا ہے کہ ۶ھ میں غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چشمہ پر پڑاؤ ڈالا وہاں پانی کے بارے میں ایک غریب مہاجر اور ایک انصاری میں جھگڑا ہو گیا۔ مہاجر نے انصاری کے تھپڑ مار دی۔ انصاری نے انصار کی دہائی دی اور مہاجر نے مہاجرین کی۔ دونوں طرف کے آدمی تلواریں سونت کر اکٹھے ہو گئے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بات زیادہ بڑھنے نہ پائی لیکن عبداللہ بن اُبَیّ نے، جو اس طرح کے مواقع کی ہمیشہ گھات میں رہتا، موقع سے فائدہ اٹھا کر مہاجرین کے خلاف انصار کے جذبات بھڑکانے کے لیے نہایت زہر آلود فقرے کہے۔ اس نے کہا کہ "یہ ہمارے گھر میں پناہ پا کر اب ہمیں پر غرّانے لگے ہیں۔ سچ کہا ہے جس نے کہا ہے کہ کتے کو موٹا کرو بالآخر تمہی کو کاٹے گا۔ خدا کی قسم! اب ہم پلٹے تو جو با عزت ہیں وہ رذیلوں کو وہاں سے نکال کے رہیں گے۔"

انصار کے جو آدمی اس دوران میں اس کے اردگرد جمع ہو گئے تھے ان کو مخاطب کر کے اس نے کہا: "یہ تمھاری اپنی غلطی کا خمیازہ ہے جو تمھیں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ تم نے اپنے گھر میں ان کو اتارا اور اپنے مال میں ان کو حصہ دار بنایا۔ خدا کی قسم! اگر تم ان کی امداد سے ہاتھ کھینچ لیتے تو یہ کب کے یہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے ہوتے۔"

آیت میں اس کے انہی فقروں میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جن کے دلوں کے اندر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ بغض و حسد بھرا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کو کیسے معاف کر سکتا ہے!

عبداللہ بن ابی کے طعنوں کا جواب

وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ۔ یہ عبداللہ بن ابی کی بات کا جواب ہے کہ یہ منافق سمجھتا ہے کہ اگر وہ اور اس کے ساتھی مہاجرین کی امداد سے ہاتھ کھینچ لیں گے تو ان کا کوئی سہارا باقی نہیں رہ جائے گا حالانکہ آسمانوں اور زمین کے سارے خزانے اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں۔ وہی جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے لیکن ان منافقوں کے دل

پر چونکہ مہر لگ چکی ہے اس وجہ سے یہ اس حقیقت کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ (۸)

یہ عبداللہ بن ابی کے اس دوسرے زہر آلود فقرے کی طرف اشارہ ہے جس کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے۔ اس نے انصار کو مہاجرین کے خلاف اکسانے کے لیے یہ بھی کہا کہ اب مدینہ واپس ہوتے ہی پہلا کام یہ کرنا ہے کہ جو عزت و اقتدار والے ہیں (یعنی انصار) وہ ان لوگوں کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے جو ذلیل ہیں۔ یہ اشارہ اس کا مہاجرین کی طرف تھا۔ یعنی اس نے وہی جاہلی نعرہ لگایا جو اہل عرب کا شعار تھا کہ اس سرزمین پر ہم ہمیشہ عزت و اقتدار والے رہے ہیں اور یہ ہمارا ہی حق ہے۔ ہم یہ کس طرح گوارا کر سکتے ہیں کہ جو ہمارے ہاں پناہ لینے آئے وہ ہمارے آدمیوں کو طمانچے لگائیں!

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ یہ اس نعرۂ جاہلی کا جواب ہے کہ عزت تو اللہ، اس کے رسول اور اہل ایمان کے لیے ہے اور سنتِ الٰہی کے مطابق اب اس کے ظہور کا وقت آ گیا ہے لیکن یہ منافقین اس کو نہیں جانتے۔ اس سنت کا حوالہ سورۂ مجادلہ میں بدیں الفاظ گزر چکا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ	جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت
وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ۝	کر رہے ہیں ذلیل ہونے والے وہی بنیں گے۔
كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ	اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں غالب رہوں گا
إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝	اور میرے رسول، بے شک اللہ قوی اور غالب
(المجادلۃ - ۵۸: ۲۰-۲۱)	ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (۹)

مسلمانوں کو تنبیہ

یہ آخر میں مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ تم ان منافقوں کی روش کی تقلید نہ کرنا۔ ان کو مال و اولاد کی محبت نے خدا سے غافل کر دیا ہے۔ اب ان کے اندر آخرت کے لیے کچھ کرنے کا حوصلہ باقی نہیں رہا۔ اگر تم بھی انہی کی طرح مال و اولاد کی محبت میں پھنس کر خدا اور آخرت کو بھول بیٹھے تو یاد رکھو کہ اصل نامرادی و محرومی یہی ہے۔ جو لوگ اللہ کو بھلا بیٹھتے ہیں وہ خود اپنے انجام کو بھلا بیٹھتے ہیں اور شیطان کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔ سورۂ مجادلہ میں منافقین کے بارے میں فرمایا ہے اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ

'الْخٰسِرُوْنَ' (المجادلة - ۵۸: ۱۹) (ان پر شیطان نے قابو پالیا ہے پس ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہی لوگ شیطان کی پارٹی ہیں اور سن لو کہ شیطان کی پارٹی ہی بالآخر نامراد ہونے والی ہے)۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ لا فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (۱۰)

یہ اللہ تعالیٰ کی یاد کو زندہ رکھنے، مال و اولاد کے فتنہ سے بچنے اور نفاق کے حملے سے محفوظ رہنے کا طریقہ بتایا ہے کہ جو رزق اللہ نے تمھیں بخشا ہے ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی موت سے پہلے پہلے اس میں آخرت کے لیے جو کمائی کرنی ہے کرلے۔ ایسا نہ ہو کہ موت آدھمکے تب وہ حسرت کے ساتھ کہے کہ اے رب! تو نے مجھے کچھ اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا۔ اگر ایسا کر سکتا تو میں بھی صالحین کے زمرہ میں ہوتا

سورۂ توبہ میں منافقین کے کردار کا یہ پہلو خاص طور پر نمایاں ہوا ہے کہ وہ بخل کے سبب سے اپنی مٹھیاں بھینچے رہتے ہیں۔ جب یہ غریب تھے تو ہر جگہ یہ اپنے اس شوق اور اس تمنا کا اظہار کرتے تھے کہ اگر اللہ نے ہمارے حالات بھی سدھار دیے تو ہم اللہ کی راہ میں خوب خرچ کریں گے اور دین کی بڑی بڑی خدمتیں کر کے صالحین میں اپنا نام روشن کریں گے لیکن جب اللہ نے اپنے فضل سے ان کی تمنا پوری کر دی تو منہ پھیر کر چل دیے۔ اس بخل کی پاداش میں خدا نے ان کے دلوں کے اندر نفاق کی جڑ جما دی اور صدقہ کر کے صالحین میں سے بننے کا جو موقع خدا نے انھیں عطا کیا تھا وہ اس سے محروم ہو گئے۔ فرمایا ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ٥ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ٥ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ (التوبۃ - ۹: ۷۵-۷۷)	اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنھوں نے عہد کیا کہ اگر اللہ نے ہمیں اپنے فضل سے نوازا تو ہم خوب صدقہ کریں گے اور صالحین میں سے ہوں گے۔ تو جب اللہ نے ان کو اپنے فضل میں سے عطا فرمایا وہ اس میں بخیل بن بیٹھے اور برگشتہ ہو کر منہ پھیر لیا تو اس کی پاداش میں خدا نے ان کے دلوں میں نفاق جما دیا۔

سورۂ حدید کی تفسیر سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ انفاق سے پہلو تہی کرنے والے اس دنیا ہی میں نفاق سے آلودہ ہو کر مومنین صالحین سے ممیز نہیں ہو جاتے بلکہ آخرت میں بھی وہ اس کے نتائج سے اس طرح دوچار ہوں گے کہ صورت حال ان کے لیے حسرت کا باعث ہو گی۔ دنیا میں صدقہ کرنے والے مردوں اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ وہاں صالحین کے اس زمرہ کے ساتھ اٹھائے گا جس میں صدیقین اور شہدا

ہوں گے اور نور جن کا ہم رکاب ہو کر جنت کی طرف رہنمائی کرے گا۔ منافق مرد اور عورتیں اس نور سے حصہ نہ پا سکیں گے۔ ان کے اور صالحین کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی۔ وہاں ان پر واضح کر دیا جائے گا کہ صالحین کے زمرہ میں شامل ہونے کی شرط انفاق اور صدقہ تھا جس سے دنیا میں انھوں نے گریز کیا۔

اس آیت میں 'اَكُنْ' جو مضارع کی ساکن شکل ہے، کا عطف بظاہر 'فَاَصَّدَّقَ' پر ہے جو منصوب ہے لیکن ہمارے نزدیک اصل میں 'اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ' شرط محذوف کا جواب ہے۔ اس کو کھول دیجیے تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر میں یہ صدقہ کر سکتا تو نیکو کاروں میں سے بنتا۔ 'فَاَصَّدَّقَ' کی صورت میں چونکہ اس شرط کا قرینہ واضح تھا اس وجہ سے اسے حذف کر دیا گیا۔

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (١١)

یعنی جب موت کی گھڑی سر پر آ جائے گی تو اس قسم کی حسرت، حسرت ہی رہے گی۔ اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ زندگی کی فرصت گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کسی کو مہلت نہیں دیا کرتا اور اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پتہ ہے کہ آج انفاق اور نیکی کی زندگی بسر کرنے کا جو عہد تم کر رہے ہو یہ بالکل بے حقیقت ہے۔ اگر تمھیں مزید مہلت بھی ملی تو تم وہی کرو گے جو اب تک کرتے رہے ہو۔

ان سطور پر اس سورہ کی تفسیر بتوفیقِ ایزدی تمام ہوئی۔ فَلِلّٰہِ الحمد ولہ المنۃ۔

لاہور
۳۰- مارچ ۱۹۷۸ء
۱۹- ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ